

نظریہ تقادم اور اسلامی شریعت

ساجد الرحمن صدیقی کاندھلوی

(۲)

گواہی میں کینہ و عداوت کا پہلو | اگر اُس نے جرم کے وقوع کو دیکھنے کے بعد ایک عرصے

تک گواہی نہیں دی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس نے ستر کے پہلو کو ترجیح دی ہے۔ لیکن جب ایک مدت گزرنے کے بعد پھر گواہی دیتا ہے تو اُس کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ اُسے اپنے مشہود علیہ کے خلاف کوئی ضعیفہ (عداوت، دشمنی، پیدا ہوا ہے، جس نے اُسے عرصہ گزرنے کے بعد اس کے خلاف گواہی دینے پر اکسایا ہے، لہذا اُس کی یہ شہادت قبول نہ ہوگی اس لیے کہ فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ "لَا تَقْبَلُ شَهَادَةَ خَصْمٍ وَلَا ظَنِينٍ" (دشمن اور مہتمم کی شہادت قابل قبول نہیں ہے)۔

نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

أَيُّنَا شَهِدٌ شَهِدُوا عَلَى حَدِّ لَمْ يَشْهَدُوا عِنْدَ حَضْرَتِهِ
فَإِنَّمَا شَهِدُوا عَلَى ضَعْفٍ فَلَا شَهَادَةَ لَهُمْ۔

ترجمہ:- جو لوگ کسی ایسی حد کی شہادت دیں، جس کی شہادت انہوں نے اس کے وقوع کے وقت نہیں دی تو ان کی شہادت قبول نہیں ہوگی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان پر صحابہ میں سے کسی نے اعتراض نہیں کیا جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول اجماع کے درجے میں ہو گیا اور اس سے معلوم ہو گیا کہ کس جرم کے سلسلے میں تاخیر سے آنے والی شہادت ضعیفہ پر مبنی مقصور ہوگی اور قبول نہیں کی جائے گی۔ کیوں کہ تاخیر تہمت پیدا کرتی ہے اور متہم کی شہادت حسبِ فرمانِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم قابلِ قبول نہیں ہے۔

بخلاف حدِ قذف کے کہ اس میں تاخیر ضعیفہ اور تہمت پر دلالت نہیں کرتی، اس لیے قذف کے مقدمے کی سماعت کے لیے مدعی (مقذوف) کا دعویٰ شرط ہے اس لیے اس میں تاخیر شہادت تاخیر دعویٰ پر مبنی ہوگی۔ جب کہ حدودِ ثلاثہ میں دعویٰ شرط نہیں ہے، اس لیے تاخیر شہادت، تقادم ہے اور ضعیفہ اور تہمت کی حامل ہے۔

جہاں تک حدودِ ثلاثہ کے مانع قبول شہادت ہونے کا تعلق ہے تو وہ اس صورت میں ہے کہ یہ تاخیر شہادت بغیر کسی ظاہری عذر کے ہو، اگر کوئی ظاہری عذر موجود ہو، مثلاً شاید ایسے دور دراز مقام پر ہو کہ اُس کے عدالت میں حاضر ہونے میں تاخیر ہو سکتی ہو تو بصورتِ عذر یہ تاخیر شہادت کے قبول سے مانع نہیں ہوگی۔

شیخ محمد ابو زہرہ نے نظریہ تقادم کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:-

”عدالت میں کسی جرم حد پر شہادت کا تاخیر سے پیش ہونا حد کو ساقط

کرنے والا شبہ بنتا ہے جب کہ تاخیر اقرار شبہ نہیں ہے۔“

اس رائے کی دلیل دو اجزاء پر مشتمل ہے ایک جز یہ کہ عدالت کے سامنے شہادت جرم پیش ہونے میں تاخیر ہو جانا حد جرم کے سقوط کا حامل شبہ پیدا کرتا ہے اور دوسرا جز یہ ہے کہ اس مسئلے میں شہادت اور اقرار میں فرق ہے۔

پہلے جز کی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اپنے بندوں کو دائیہ شہادت کا حکم

دیا ہے اور فرمایا ہے:-

”واقیموا الشہادۃ للہ“

یہ گواہ اللہ کے لیے شہادت پر فائز ہیں (الطلاق-۲)

نیز فرمایا:

”واستشهدوا شہیدین من رجالکم“

اور اپنے مردوں میں سے دو گواہ کر لو (البقرہ-۲۸۲)

اور فرمایا:-

”فاستشهدوا علیہن اربعۃ منکم“

ان عورتوں پر اپنے میں سے چار گواہ لاؤ - (النساء-۱۵)

مزید یہ کہ کتنا شہادت سے منع فرمایا:-

”ومن یکتہا خانہ اثم قلبہ“

جو اس شہادت کو چھپائے گا، اس کا دل گنہگار ہے (البقرہ-۲۸۳)

اولے شہادت کے ان احکام کے ساتھ ساتھ ستر مسلم بھی شریعت کو مطلوب ہے، کیونکہ اللہ سبحانہ نے اشاعتِ فاحشہ سے منع فرمایا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:-

”من ستر مسلماً ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا والآخرۃ“

”جس نے مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی

فرمائے گا۔“

ان دونوں نوعیتوں کے احکام کی روشنی میں شاید کے سامنے دو پہلو آگئے، ایک پہلو یہ کہ وہ جرم سے پیدا ہونے والے فساد کو ختم کرنے کے لیے معاشرے کی پامال شدہ اخلاقی حالت کو بحال کرنے کے لیے اور اللہ کی حدود کے نفاذ میں مرد دینے کے لیے شہادت دے، اور دوسرا پہلو یہ کہ وہ ستر مسلم کو ترجیح دے۔ یعنی شاید معاملہ شہادت میں حق اللہ اور حق معاشرہ کا امین ہے اور

اس پر لازم ہے کہ اس حق کو پوری امانت کے ساتھ ادا کرے۔ اس طرح کہ اگر وہ امانتاً یہ سمجھے کہ عدالت کے رد و گواہی دینا معاشرے کو اخلاقی فساد سے بچانے کے لیے ضروری ہے وہ تو یہ قدم اٹھائے ورنہ اگر وہ یہ سمجھے کہ جو کچھ اس نے دیکھا کہ وہ ایک مسلمان کی لغزش ہے اور ایک مجرمانہ ذہنیت کا سوچا سمجھا اقدام نہیں ہے تو مسلمان کی لغزش پر پردہ ڈال دے۔

شاید کہے لیے ناگزیر ہے کہ وہ اُن میں سے ایک پہلو کو فوری طور پر اختیار کرے، کیونکہ شہادت میں بغیر عذر اور بلا کسی وجہ کے تاخیر کینہ، دشمنی اور عداوت کے کسی شے پیدا ہو جانے والے جذبہ پر مبنی متصور ہوگی اور سمجھایا جائے گا کہ چونکہ وقت وقوع جرم شاہد کو مشہود علیہ کے خلاف کوئی دشمنی یا عداوت یا کسی قسم کی کوئی گد موجد نہیں تھی۔ اس لیے اس نے گواہی نہیں دی اور خاموش رہا، اور جب بعد میں کسی وجہ سے کوئی عداوت دشمنی یا کد (ضغینہ) پیدا ہو گئی تو شاہد نے مشہود علیہ کے خلاف گواہی دے دی اور اس طرح اس کی شہادت حامل تہمت ہوگی اور فرمان نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق شہادۃ الظنن (متہم کی شہادت) قابل قبول نہیں ہے۔ یعنی اس شاہد کی شہادت میں یہ تہمت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ اتنا عرصہ ادائے شہادت سے گریزاں رہا اور اس وقت تک کیوں سکوت اختیار کیے رکھا، یعنی نکتہ یہی ہے جس کی حضرت عمرؓ نے وضاحت فرمائی ہے اور جس کو امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نقل کیا ہے۔

”اگر گواہوں نے کسی ایسے جرم حد کی گواہی دی، جس کی گواہی انہوں نے وقت

وقوع جرم نہیں دی تھی تو یہ شہادت ضغینہ ہے اور قابل قبول نہیں ہے۔“

بہر حال اس امر میں شبہ نہیں ہے کہ شہادت سے سکوت اختیار کرنے میں یا تہمت ضغینہ ہے یا تہمت فسق ہے، اور شہادت سے سکوت ان ہر دو تہمتوں کا حامل ہے، جہاں تک شہادت کی غیر ضروری تاخیر میں ضغینہ ہونے کا گمان (مظننہ، ضغینہ) ہے تو وہ سب بیان سابق ظاہر ہے اور جہاں فسق کا احتمال ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کتمان شہادت سے شاہد فاسق ہو جاتا ہے، اس لیے کہ فرمان الہی ہے:-

”وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَن يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ أُمُّ قَلْبِهِ“
 شہادت کو نہ چھپاؤ، اور جو شخص شہادت کو چھپائے گا، تو اُس کا قلب گنہگار
 ہوگا۔ (البقرہ)

مندرجہ بالا بیان سے یہ امر واضح ہو گیا کہ سرقت، زنا، اور شراب خمر کی حدود کی شہادت میں تاخیر سے یہ حدود ساقط ہو جاتی ہیں۔ جب کہ اقرار میں تاخیر سے، خواہ یہ تاخیر کتنی ہی طویل مدت کی ہو، حدود کا اثبات ہو جائے گا، اور تاخیر سے جو ائم حدود کے اثبات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ کیونکہ اقرار میں گمانِ عداوت (مظنۃ ضعیفہ) نہیں ہے کہ انسان خود اپنا دشمن نہیں ہوتا اور بالخصوص اس صورت میں جب کہ اقرار ایک سخت سزا کی صورت میں ظاہر ہو، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اقرار کرنے والا اپنے ضمیر کی خلش کو ایک عرصہ تک دباتا رہا۔ لیکن ایک وقت آیا کہ اُس کے ضمیر نے اُسے مجبور کر دیا کہ وہ اعتراف جرم کر کے دنیا کی سزا محبت لے اور سزائے آخرت سے بچ جائے۔

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَىٰ

(طہ - ۱۲۷)

حضرت امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جرم شرب خمر (مے نوشی) کے ثبوت میں تاخیر اقرار مؤثر ہے، اور تاخیر کی صورت میں اقرار قبول نہیں کیا جائے گا۔ کیونکہ صحابہ کرامؓ کا اس امر پر اجماع ہے کہ شرب خمر کی حد کا اجراء اسی صورت میں ہوگا، جب کہ اس کا ثبوت اس حالت میں فراہم ہوا ہو، کہ مے نوش کے منہ سے شراب کی بو آ رہی ہو، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے شرب خمر کی حد کے لیے یہ شرط عاید کی کہ شراب خمر مے نوش

۱۔ بدائع الصنائع، جلد ۲، ص ۳۷، ۵۱، ۱۶۱ - مصر۔

فتح القدیر، جلد ۴، ص ۱۱۲، ۱۶۳ - مصر۔

الزیلعی تبیین الحقائق، جلد ۳، ص ۱۸۸ - وما بعد۔

الوجہ سہ، العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی، ص ۴۴، وما بعد مصر۔

الاکتور ابوالمعالی حافظ ابو الفتوح: النظام العقابی الاسلامی ص ۲۵۹، وما بعد۔

کو اس حالت میں لایا جائے کہ اس کے منہ سے شراب کی ٹوہ آ رہی ہو، اور ظاہر ہے کہ مے نوشی کے اقرار میں تاخیر کی صورت میں وقتِ اقرار مے نوش کے جسم اور اس کی عقل سے تمام اثرات زائل ہو چکے ہوں گے۔

اس مقام پر یہ ضروری ہے کہ قاضی ابن ابی لیلیٰ کی رائے بھی ذکر کر دی جائے۔ وہ فرماتے ہیں کہ شہادت اور اقرار ہر دو کی تاخیر سے جرائم حدود ساقط ہو جائیں گے، کیونکہ ان سخت سزائوں سے اسلام کا مقصود یہ ہے کہ مجرم مجرم سے باز آ جائے اور افراد معاشرہ کو تنبیہ ہو اور یہ ردع اور اندازہ باز کا مقصود اس وقت حاصل ہوتا ہے جب مجرم کا اثبات فوری ہو اور اس کی سزا علی الفور جاری ہو اور تاخیر شہادت یا اقرار سے یہ مقصود حاصل نہیں ہوتا، جب کہ اقرار میں تاخیر کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مجرم نے غلو میں نیت کے ساتھ توبہ کر لی ہو اور اس نے عدالت کے سامنے اقرار اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرنے کے لیے کیا ہو۔

امام ابن لیلیٰ کی یہ رائے تفقہ کی حامل ہے کیونکہ فقہائے کرام نے توبہ کو مانع سزائے حد قرار دیا ہے۔

یہاں تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ تقادم کی وہ صورت ہے جب کہ تاخیر شہادت کی بنا پر یا تاخیر اقرار کی بنا پر مجرم حد کے اثبات میں تاخیر ہو جائے۔ اب رہ گئی تقادم کی یہ صورت کہ مجرم کا اثبات ہو چکا ہو اور عدالت سزائے حد کا فیصلہ سنا چکی ہو، اس کے بعد کسی بھی وجہ سے سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر ہو جائے تو کیا یہ تقادم بھی نفاذِ سزا پر اثر انداز ہوگا۔ اس سلسلے میں امام ابو حنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، اور امام محمد رحمہم اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ محکوم علیہ پر سزائے حد کے نفاذ میں تاخیر بھی اقامت حد سے مانع ہوگا۔ امام ابن الہمام فرماتے ہیں:-

”جس طرح ابتداءً تقادم قبولِ شہادت سے مانع ہے، اسی طرح فیصلے کے بعد تقادم اجماعاً سزائے حد سے مانع ہے۔ حتیٰ کہ اگر کسی پر حد جلد جاری ہو

رہی ہو اور وہ دورانِ ضرب بھاگ جائے پھر ایک مدت گزرنے کے بعد پکڑا جائے تو اب وہ بقیہ حد پوری نہیں کی جائے گی۔ یہی رائے ائمہ ثلاثہ کی ہے جب کہ امام زفرؒ کی رائے یہ ہے کہ تقادم درجہ اولیٰ حد، مانع سزا نہیں ہے۔ یہ مندرجہ بالا بیان حدود اور تعزیرات کے جرائم اور ان کی سزائوں پر تقادم کے اثر انداز ہونے کے بارے میں تھا۔

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ دیوانی معاملات پر تقادم کس حد تک اثر انداز ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ دیوانی معاملات میں حق العبد موجود ہوتا ہے اور حق العبد تاخیر سے ساقط نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے یہاں پر بلا عذر وقت گزر جانے کی بنا پر دعویٰ عدالت کے لیے قابلِ سماعت نہیں ہوگا یعنی تقادم صاحبِ حق کے حق کو باطل نہیں کرے گا، محض عدالت کے لیے ایک مانع ہوگا کہ وہ دعویٰ نہ کرے جب کہ صاحبِ حق کا حق باقی رہے گا۔ چنانچہ اگر مدعا علیہ خود ہی اس حق کا اقرار کر لے تو اس پر اس حق کی ادائیگی لازم ہو جائے گی۔ اگر تقادم سے حق عید بھی باطل ہو جاتا تو اس صورت میں مدعا علیہ کے اقرار سے بھی اس پر حق کی ادائیگی لازم نہ ہوتی۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ کی دفعہ ۱۶۶۰ فرض و یدیت، جائیداد میراث اور دیگر معاملات دیوانی میں پندرہ سال مدت گزرنے کو تقادم مانع سماعت دعویٰ قرار دیتی ہے۔ یہ دفعہ ۱۶۶۱ متولی کے اور اصل وقف سے متعلق ملازمین کے ۳۶ سال کے بعد دعویٰ کو ناقابلِ سماعت قرار دیتی ہے۔

مرد زمان جو سماعت دعویٰ سے مانع ہے وہ مرد زمان ہے جو بلا عذر ہو لیکن

۱۔ فتح القدیر، ج ۱، ص ۱۶۳

البرزخ، فلسفۃ العقول، ج ۱، اسلامی ص ۴۹

۲۔ سلیم رستم ہاز اللبانی شرح امجدہ ص ۹۸۳ طبع ثالثہ بیروت

۳۔ البضاء ص ۹۸۳ ج ۱، البضاء ص ۶۸۶

جو زمانہ عذر شرعی کے ساتھ گزرا ہو وہ سماعتِ دعویٰ میں مانع نہیں ہے۔ مثلاً یہ کہ مدعی صغیر (کم سن) ہو، یا مجنون ہو، یا وہ مدت سفر کے برابر دور کے شہر میں ہو، یا معقودہ (فاتر العقل) ہو خواہ اُس کا کوئی وصی ہو یا نہ ہو یا اُس کا مد مقابل (مخمس) غالب طاقتور ہو، تو اس مدت (عذر) کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ مرور زمانہ کی تاریخ اس عذر کے ازالہ کے بعد سے شروع ہوگی مثلاً اُس زمانہ کا اعتبار نہیں ہوگا جو بچہ کا بلوغ سے پہلے گزرا ہے بلکہ بلوغ کے بعد کے زمانہ کا اعتبار ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا دعویٰ غالب طاقتور شخص سے متعلق ہو اور اس کے تغلب کی وجہ سے مرور زمانہ ہو جائے تو یہ مرور زمانہ سماعتِ دعویٰ سے مانع نہیں ہوگا، بلکہ مرور زمانہ کا شمار اس تغلب کے ختم ہو جانے کے بعد سے ہوگا۔

یہ اعذار شرعی جو مذکورہ دفعہ میں بیان کیے گئے ہیں تین قسم کے ہیں:-

پہلی قسم	قاصریت	یعنی اگر صاحب حق صغیر یا مجنون وغیرہ ہو۔
دوسری قسم	غیاب	مدعی یا مدعا علیہ کا غائب ہونا۔
تیسری قسم	تغلب	مدعا علیہ کا صاحب قوت ہونا جو مدعی کو اس پر دعویٰ کرنے سے باز رکھے۔

اعذار کی موجودگی میں اگر تقادم (مرور زمانہ) ہو جائے تو یہ دعویٰ کی سماعت سے مانع نہیں ہوگا، بلکہ تقادم (مرور زمانہ) کی مدت اس عذر کے نفع ہونے کے بعد شروع ہوگی۔
مدت تقادم کے بارے میں بھی فقہاء کے مابین اختلاف موجود ہے۔ چنانچہ جامع صغیر میں ہے کہ مدت پچھ ماہ ہے، امام محمد رضی اللہ عنہ سے ایک ماہ کی مدت کی بھی روایت ملتی ہے جو کہ امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے کہ قاضی خاں نے کہا کہ مدت تقادم ایک ماہ یا اس سے زائد ہے۔

راج قول یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے تقادم کی کوئی مدت متعین نہیں کی، چنانچہ امام ابو یوسفؒ

سے مددی ہے کہ ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے تحدید مدت کے لیے کہا تو انہوں نے انکار فرما دیا۔

بہر حال اس سلسلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی رائے یہی ہے کہ تقادم کی کوئی مدت متعین نہ کی جائے اور اس کو قاضی (عدالت) کی صوابدید پر چھوڑ دیا جائے۔
البتہ حد ضمن میں مدت تقادم اس کی بُوکا دور ہو جانا ہے۔
علیٰ منصور نے جرم زنا کے سقوط کی حدود قوع جرمیر سے اقرار تک دس سال متعین کی ہے اور سقوط سزا کے جرم کی تیس سال اور سقوط سزائے جلد کی دس سال قرار دی ہے۔
جرم قذف کے سقوط کی تین سال اور سقوط حد قذف کی پانچ سال قرار دی ہے۔
اور جرم سرقت کے سقوط کی حد تین سال قرار دی ہے۔

مجلہ میں دیرانی معاملات میں تقادم کی مدت کی مختلف تحدیدات کی گئی ہیں۔ جن کا ذکر مزید طوالت ہو گا۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ ہر مقدمہ کی نوعیت کے لحاظ سے عدالت کو فیصلہ کرنا چاہیے کہ ایک خاص مقدمہ میں تاخیر شہادت یا تاخیر اثبات کی مدت اتنی طویل ہے کہ یہ جرم یا اس کی سزا پر اثر انداز ہونے کے لیے کافی ہے۔

اس مقالے کے آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ نظریہ تقادم سے متعلق چند اہم نکات بطور تلخیص بیان کر دیئے جائیں۔

۱۔ کتاب و سنت کی ایسی کوئی واضح نص قطعی موجود نہیں ہے جس سے صراحتاً یہ معلوم ہو

۱۔ احمد فتی،: العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۲۲۳، مصر۔

عبدالعزیز عامر: النغزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۵، مصر۔

۲۔ النغزیر فی الشریعۃ الاسلامیہ، ص ۵۲۵ - البدائع جلد ۲، ص ۴۷۔

۳۔ احمد فتی، العقوبۃ فی الفقہ الاسلامی ص ۳۲۳ مصر

۴۔ علیٰ منصور: نظام التحریم والعقاب ص ۲۲۵۔

۵۔ ایضاً ص ۲۹۰ ایضاً ص ۱۳۳۔

کہ شہادت میں تاخیر جرائم حدود و تعزیرات پر یا ان کی سزاؤں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ اس اثر کے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ:-

”ایما شہود علی حدلہ یشہدوا عند حضرتہ فانما

شہدوا علی ضغن فلا شہادۃ لہم“

جو گواہ کسی ایسی حد کی گواہی دیں جس کی گواہی انہوں نے وقت وقوع جرم

نہیں دی تو یہ شاہد بنائے ضغینہ شہادت دینے والے ہیں۔

مگر یہ اثر حضرت حسن سے مرسل مروی ہے اور مراسیل حسن قوی نہیں ہیں۔

۲۔ تقادم کے جرائم اور ان کی سزاؤں پر اثر انداز ہونے کے بارے میں فقہی اختلاف جرائم حدود اور ان کی سزاؤں میں ہے، تعزیرات میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باتفاق فقہاء اگر عدالت کسی بھی تعزیر کے اثبات میں تقادم کے مطابق مصلحت متصور کرے تو جرم کو یا سزا کو ساقط کر سکتی ہے۔ اسی طرح دیوانی معاملات میں بھی تقادم دعاوی پر اثر انداز ہوگا۔

۳۔ اصولاً تاخیر شہادت شاہد کے بارے میں ضغینہ (عداوت) کا شبہ پیدا کرتی ہے۔ چونکہ حدود و شبہات سے ساقط ہوتے ہیں۔ اس لیے اس شبہ سے بھی حد ساقط ہو جائے گی اور اس بات کا تعین کہ تقادم نے مظنۃ ضغن (گمان عداوت) پیدا کیا ہے یا نہیں، عدالت ہی کر سکتی ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر عدالت کسی معاملہ میں تقادم شہادت کو شبہ متصور نہ کرے تو اسے یہ استحقاق حاصل ہے۔ کیونکہ بنیادی طور پر ہر طرح کے شبہ کا تعین عدالت ہی کا کام ہے۔

۴۔ جو تقادم سقوط حد کا حامل بنتا ہے وہ ہے جو بلا عذر ہو، اگر عذر موجود ہوگا تو تقادم نہیں ہوگا، اور اس سے جرائم حدود و تعزیرات پر یا دیوانی مقدمات پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

۵۔ حق عید پر تقادم اثر انداز نہیں ہوتا اس وجہ سے تقادم کا حد قذف پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ فقہاء کے نزدیک اس میں حق العید موجود ہے اور امام شافعیؒ نے کہا کہ یہ خالص

حق العبد ہے یعنی قذف میں حق اللہ کی وجہ سے حق العبد کمزور نہیں پڑتا بلکہ تاخیر کے باوجود شہادت اور اقرار دونوں قابل سماع ہوں گے۔ کیونکہ قذف میں حق العبد یہ ہے کہ اس کی عزت پر جو حرف آیا ہے وہ مٹایا جائے جو اس صورت میں مٹے گا کہ قاذف کو شریعت کی مقرر کردہ سزا دی جائے۔ جب کہ جرم سرقہ میں حق العبد اس کا وہ مال ہے جو چوری ہوا ہے اس لیے تقادم سے حد تو ساقط ہو جائے گی مگر مال مسروق کی ادائیگی میں مانع نہیں ہوگا، بلکہ چوری پر حدیہ تخریب کے ساقط ہونے کے باوجود بھی سروق منہ کا مال واپس کرنا لازم ہوگا۔

۶۔ قانون ساز ادارے مختلف مقدمات میں تقادم کی مدت متعین کر سکتے ہیں مگر میرے خیال میں علیٰ منصور تے اور المجتہد نے جو مدتیں متعین کی ہیں وہ بہت طویل مدتیں ہیں اور ان سے شریعت اسلامیہ کے فوری اور موثر انصاف کی روح متاثر ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ حدود و تعزیرات میں اور دیوانی معاملات میں تقادم کی مدتیں متعین نہ کی جائیں۔ بلکہ اس مسئلہ کو عدالت کی صوابدید پر چھوڑا جائے کہ وہ ہر انفرادی مقدمے میں جدا جدا یہ فیصلہ کرے کہ اس میں تقادم ہوا ہے یا نہیں، اور بعد ازاں یہی عدالتی نظائر آئندہ مقدمات میں تقادم کی مدت کے فیصلے میں کام دیں گے۔ کیونکہ حالات و مسائل بدلتے رہتے ہیں اور ہر مقدمہ کی نوعیت جدا گانہ ہوتی ہے اور اس مخصوص نوعیت کی روشنی میں عدالت بہتر طور پر مدت تقادم کا فیصلہ دے سکتی ہے۔

۷۔ تقادم کا مسئلہ اجتہادی نوعیت کا حامل ہے اور حالات و ضروریات کے پیش نظر اس میں کافی اجتہاد کی گنجائش موجود ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تقادم کے تمام پہلوؤں کو بصورت دفعات از سر نو مدقون کیا جائے اور اس کو جدید قوانین کے مماثل بنا کر پیش کیا جائے تاکہ فقہ و قانون کی دنیا میں اس کی عملی افادیت اجاگر ہو سکے اور اسلامی قانون و شریعت کے نفاذ کی پیش رفت میں معاون ہو سکے۔ وما توفیقی الا باللہ۔